35

جماعت احمدیہ اپنی ذمہ داریاں سمجھے اور اپنی حالت بدلنے کی کوشش کرے

(فرمودہ 27 ستمبر 1946ء بمقام دہلی)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"دنیا پر مختلف قسم کے دَور آتے ہیں۔ کوئی امن کا دَور ہوتا ہے اور کوئی جھگڑوں کا دَور ہوتا ہے، کوئی آرام کا دَور ہوتا ہے اور کوئی جدوجہد کا دَور ہوتا ہے، کوئی نئی اساس اور نئی بنیاد رکھنے کا دَور ہوتا ہے اور کوئی کام کی تکمیل اور خاتمہ کا دَور ہوتا ہے۔ ان تمام ادوار کے مطابق انسان کے کام اور اُس کی کوششیں بدلتی چلی جاتی ہیں۔ اگر انسان موقع کے مطابق محبت اور کوشش سے کام کرے تو کامیاب ہوتا ہے اور اگر اس کی کوششیں موقع کے مطابق نہ ہوں تو اس کی ساری محنت رائیگاں جاتی ہے۔ اچھے سے اچھے کام اگر وہ موقع کے مناسب نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کے دفتر میں گناہ لکھے جاتے ہیں۔ پس اصل چیز یہی ہے کہ انسان موقع کے مطابق کام کرے اور انہی طریقوں کو اختیار کرے جن سے دنیا میں امن چین اور اطمینان پیدا ہو اور دنیا کے لئے ترقی کے سامان پیدا ہوں۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں نیک اعمال کا ذکر آتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے اعمالِ صالحہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ اچھے کام کرو بلکہ فرمایا کہ اعمالِ صالحہ بجالاؤ۔ اعمالِ صالحہ سے مراد وہ کام ہیں جو موقع کے مطابق ہوں۔ جیسا زمانہ ہو اس کے مطابق اور اُس کی ضرورت کے مطابق اعمال بجالائیں۔ تمام عبادات جن پر ہماری نجات موقوف ہے

ان سب کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ قید لگائی ہے کہ وہ موقع کے مناسب ہوں۔ دیکھو نماز کتنی اعلیٰ چیز ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے اُس کی تسبیح کرتا ہے، قرآن مجید نے نماز کی کتنی تعریفیں بیان کی ہیں کہ وہ انسان کے لئے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ لیکن اسی نماز کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ 1 کہ نماز پڑھنے والوں کے لئے عذاب اور لعنت ہے۔ اِس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ نماز جو کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق نہ ہو وہ انسان کے لئے باعثِ عذاب بن جاتی ہے۔ یہی حال روزہ کا ہے۔ جو شخص روزہ کی شرائط ملحوظ نہیں رکھتا اس کا روزہ، روزہ نہیں۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی زبان کو غیبت اور گندی باتوں سے نہیں روکا اُس نے بے شک اپنے پیٹ میں روٹی نہیں ڈالی۔ وہ بے شک بھوکا رہا۔ لیکن اس کا روزہ نہیں ہو گا۔ یہی حال دوسری عبادات کا ہے۔ بعض لوگ حج کے لئے جاتے ہیں اور ان کی غرض صرف یہ ہوتی ہے کہ لوگ ہمیں حاجی کہیں اور ہماری تعریف کریں۔

مَیں جب حج کے لئے گیا تو مَیں نے دیکھا کہ منیٰ کی طرف جاتے ہوئے جو کہ تسبیح و تحمید کا وقت ہوتا ہے ایک نوجوان اردو کے عشقیہ شعر پڑھتا جا رہا تھا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ آخر اسے حج کرنے کی ضرورت کیا تھی اور یہ حج کے لئے کیوں آیا؟ اتفاق کی بات ہے کہ واپسی پر جس جہاز میں مَیں سفر کر رہا تھا اسی جہاز میں وہ نوجوان سوار تھا۔ اُسے مَیں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ جہاز کیوں غرق نہیں ہو جاتا جس میں یہ شخص سفر کر رہا ہے۔ اس کی مراد مجھ سے تھی۔ گویا اسے اسلام کی غیرت اس قدر زیادہ تھی کہ وہ تمام جہاز والوں کو اور اپنے آپ کو بھی غرق کرنا پسند کرتا تھا تا کسی طرح مَیں غرق ہو جاؤں۔ لیکن اس کی دینی حالت یہ تھی کہ اُسے تسبیح و تحمید کے لئے چند گھڑیاں میسر آئیں وہ بھی اس نے عشقیہ شعر پڑھتے ہوئے گزار دیں۔ مَیں نے اس سے پوچھا کہ تم منیٰ کو جاتے ہوئے عشقیہ شعر پڑھ رہے تھے۔ آخر تمہیں حج کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ اس نے کہا مَیں بمبئی کے علاقہ کا رہنے والا ہوں اور میرا پیشہ تجارت ہے۔ پہلے ہماری دکان بہت زیادہ چلتی تھی۔ لیکن ہمارے ہمسایہ میں جس شخص کی دکان تھی وہ حج کے لئے آیا اور واپس جا کر اُس نے اپنے بورڈ پر حاجی لکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

لوگوں نے ہماری دکان چھوڑ کر اُس کی دکان سے سَودا خریدنا شروع کر دیا۔ میرے باپ نے محسوس کیا کہ اگر ہماری تجارت کی یہی حالت رہی تو ہماری تجارت بہت جلد گر جائے گی اِس لئے میرے باپ نے مجھے کہا کہ جاؤ تم بھی حج کر آؤ تا کہ ہم بھی بورڈ پر حاجی لکھ سکیں۔ اس کے کہنے پر مَیں حج کے لئے آیا۔ تو دیکھو اُس کی یہ عبادت اس کے لئے گناہ بن گئی اور اسے بہت سی نیکیوں سے محروم کرنے والی بن گئی۔

یہی حال زکوٰۃ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ اِس لئے صدقات دیتے ہیں کہ دنیا کے لوگ ان کی تعریف کریں اور کہیں کہ یہ بہت سخی آدمی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُس کی مثال اُس شخص کی ہے جس نے پتھر پر بیج ڈال دیا۔ جب بارش کے چھینٹے پڑیں گے تو وہ بیج کو اپنے ساتھ بہالے جائیں گے۔ جو لوگ نام و نمود کے لئے خرچ کرتے ہیں اِسی طرح بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ان کے لئے رحمت کا پیغام لائیں اُن کے لئے لعنت اور خدا سے دوری کا پیغام لاتے ہیں۔ پس حالات کی تبدیلی سے اچھے سے اچھا کام بُرا ہو جاتا ہے اور بُرے سے بُرا کام اچھا ہو جاتا ہے۔

لڑائی کتنی بُری چیز ہے، کسی کو قتل کرنا کتنا بڑا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قتل کو ان خاص جرائم میں رکھا ہے جن کے متعلق فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے ہمارا خاص عذاب اور سخت ناراضگی ہے مگر وہی قتل جہاد کی صورت میں کتنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی مومن لڑائی کے میدان سے بھاگتا ہے تو بجائے اِس کے کہ اُس کی تعریف کی جائے کہ اُس نے قتل وخون نہیں کیا اور وہ بہت امن پسند ہے اُس کو بزدل اور غدار کہا جاتا ہے۔ اس نے اپنی قوم سے دھوکا کیا اور اس کے لئے کمزوری کا باعث بنا۔ اور جو شخص ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کرتا ہے اور جان کی پروا نہیں کرتا اور پیٹھ نہیں دکھاتا اُسے حقیقی مومن سمجھا جاتا ہے۔ اب دیکھو ایک وقت میں قتل کرنا کتنا بڑا گناہ ہے مگر دوسرے وقت میں وہی قتل ایک اعلیٰ نیکی بن جاتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ قتل دفاع اور خود حفاظتی کے طور پر ہو اور ظلم کا رنگ اُس میں نہ پایا جاتا ہو۔ بہر حال ایک چیز ایک وقت میں گناہ ہوتی ہے تو دوسرے وقت میں ثواب بن جاتی ہے۔ جیسا کہ مَیں نے مختلف مثالوں سے آپ دوستوں کے سامنے اس کو واضح کر دیا ہے۔ پس مومن کو چاہئے کہ

وہ ہمیشہ ہوشیار رہے اور اپنے ہر کام کو بغور دیکھے کہ آیا وہ ضرورتِ وقت کے مطابق ہے یا نہیں۔ خواہ وہ ذاتی کام ہوں یا وہ قومی کام ہوں۔ قومی کاموں کا پورا کرنا ذاتی کاموں سے زیادہ مقدم ہوتا ہے۔

مَیں دیکھتا ہوں کہ بہت سے لوگ اس خیال میں مبتلا ہیں کہ ہم غیر احمدیوں سے بہت زیادہ قربانی کرتے ہیں۔ غیر احمدی آزاد ہیں۔ وہ کسی حکم کے پابند نہیں۔ مالی اور جانی قربانیوں کا ان سے مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ لیکن ایسے لوگوں کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارا مقابلہ یا ہماری مشابہت ان لوگوں سے نہیں اور ہمیں ان سے کوئی نسبت نہیں۔ یہ لوگ منبع سے بہت دور ہیں اور ہم لوگ منبع کے بہت قریب ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہمارے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مامور آیا اور ہم نے اُس کو مانا۔ اور ہم وہی قربانیاں کریں گے جو حضرت ابراہیمؑ کے ماننے والوں، حضرت موسیٰؑ کے ماننے والوں، حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والوں اور حضرت زکریاؑ کے ماننے والوں، حضرت یحییٰؑ، داوٴدؑ اور سلیمانؑ کے ماننے والوں، رام چندر اور کرشنؑ، زرتشتؑ اور بدھؒ کے ماننے والوں نے کیں۔ ویسی ہی قربانیاں ہم بھی کریں گے۔ اِس دعویٰ کے بعد ہماری موجودہ زمانہ کے لوگوں سے کوئی نسبت قائم نہیں ہو سکتی۔ ان دونوں گروہوں میں ایک بہت بڑا فرق ہے۔ اس کی مثال تم یوں سمجھو کہ کوئی شخص یہ دیکھ کر کہ چونکہ مرغی پندرہ بیس دانے کھا کر سیر ہو جاتی ہے وہ ایک گائے کے سامنے پچاس یا ساٹھ دانے ڈال کر یہ سمجھ لے کہ اب وہ سیر ہو جائے گی۔ یا ایک ہاتھی جو کہ منوں غذا کھاتا ہے اُس کے سامنے ساٹھ ستّر یا سَو دانے ڈال کر یہ سمجھ لے کہ اب ہاتھی سیر ہو جائے گا۔ یا وہ یہ سمجھتا ہے کہ چونکہ ایک مرغی ایک چھٹانک بوجھ اٹھا سکتی ہے اِس لئے ایک ہاتھی پر بھی ایک چھٹانک ہی بوجھ لادنا چاہئے۔ ایسے شخص کو تمام دنیا پاگل کہے گی۔ پس یاد رکھو کہ ہمارا مقابلہ تو رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہؓ سے ہے۔ ہمارا مقابلہ تو حضرت موسیٰؑ کے ساتھیوں سے ہے۔ ہمارا مقابلہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں سے ہے۔ ہمارا مقابلہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھیوں سے ہے۔ جب تک تم اس قسم کی قربانیاں نہیں کرتے جس قسم کی قربانیاں انہوں نے کیں اور جب تک تم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے رستے میں فنا نہیں کرتے اور بڑی سے بڑی قربانیوں کے لئے تیار نہیں ہو جاتے اُس وقت تک

تم ان کے مثیل ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ بلکہ مَیں تو کہتا ہوں کہ تم ان انبیاء کی جماعتوں کی ہتک کر رہے ہو۔ کیونکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم پہلے انبیاء کی جماعتوں کے مثیل ہیں۔ اور اگر ہم قربانی کا ادنیٰ معیار قائم کرتے ہیں تو ہم دوسرے انبیاء کی جماعتوں کے متعلق دوسرے لفظوں میں یہ اقرار کرتے ہیں کہ وہ بھی اسی قسم کی قربانیاں کرنے والے تھے۔ اس لحاظ سے ہم ان جماعتوں کی ہتک کرنے والے ہیں۔ ہمارا موجودہ لوگوں سے اپنی قربانیوں کا مقابلہ کرنا بے وقوفی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ تو وہ ہیں جو انبیاء کے سینکڑوں سال بعد آئے اور اب وہ گراوٹ اور تنزل کے بعد نئی شکل اختیار کر چکے ہیں۔

کیا تم نے کبھی خیال کیا ہے کہ صحابہؓ کی زندگیاں اسی طرح گزرتی تھیں جس طرح آج تمہاری زندگیاں گزر رہی ہیں؟ کیا صحابہؓ اسی رنگ میں قربانیاں کیا کرتے تھے جس رنگ میں آج تم قربانیاں کر رہے ہو؟ کیا صحابہؓ دین کے لئے اتنا ہی وقت خرچ کرتے تھے جتنا تم آج خرچ کر رہے ہو؟ کیا صحابہؓ کی مالی قربانیاں اسی طرح کی تھیں جیسی تمہاری ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں بلکہ اُن کی قربانیاں تم سے سینکڑوں گُنا بلکہ ہزاروں گُنا بڑھ کر تھیں۔ تو پھر تم کس طرح کہہ سکتے ہو کہ ہم صحابہؓ کے مثیل ہیں۔ ہماری جماعت زیادہ سے زیادہ یہی کہے گی کہ کیا کیا جائے۔ ہم نے روٹی بھی تو کھانی ہے۔ لیکن مجھے کوئی بتائے کہ کیا صحابہؓ کے ساتھ پیٹ نہ تھے؟ کیا صحابہؓ روٹی نہ کھاتے تھے؟ ہماری جماعت یہ بھی کہہ سکتی ہے کہ ہمارے بیوی بچے ہیں اُن کا پالنا بھی ہمارا فرض ہے۔ لیکن مَیں تم سے یہ پوچھتا ہوں۔ کیا صحابہؓ نے شادیاں نہ کی تھیں؟ کیا ان کا کوئی بیوی بچہ نہ تھا؟ کیا ان کی اولاد نہ تھی؟ اگر صحابہؓ کی بیویاں بھی تھیں اور بچے بھی تھے اور اس کے باوجود انہوں نے قربانیوں کی مثال قائم کر دی۔ تو تمہارے لئے تمہاری بیویاں اور بچے کیوں روک بن گئے؟ کیا تم خدا تعالیٰ کے سامنے یہی جواب دو گے کہ ہمارے بیوی اور بچے تھے اس لئے ہم جانی اور مالی قربانیوں میں حصہ نہ لے سکے؟ اور کیا تم سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا یہ جواب قبول کر لے گا؟ وہ تمہارے اس جواب کو تمہارے منہ پر مارے گا اور کہے گا کہ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے بیوی بچے نہ تھے جب وہ اُن کے رستے میں روک نہ بنے تو تمہارے لئے کیونکر روک بن گئے۔ تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ صحابہؓ تجارت کرتے تھے

اور ہم نوکریاں کرتے ہیں۔ لیکن تمہیں یاد رکھنا چاہئے کہ صحابہؓ میں سے بعض ایسے لوگ بھی تھے جن کی نوکریاں تمہاری نوکریوں سے بہت زیادہ مشکل تھیں۔ وہ غلام تھے اور غلام کے چوبیس گھنٹے اس کے مالک کے ہوتے ہیں۔ اس کا مالک اس کے روپیہ جائیداد فن اور ہُنر ان تمام چیزوں کا مالک ہوتا ہے اَور کوئی چیز بھی ان کی اپنی ملکیت نہیں ہوتی تھی۔ وہ اپنی مرضی سے کوئی کام کرنے کے مجاز نہ تھے۔ ان صحابہؓ کو ان کے مالک کئی قسم کی سخت سے سخت تکلیفیں دیتے تھے۔ ہمارے آجکل کے ملازمت پیشہ لوگ ان تکلیفوں اور مصیبتوں کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ وہ وقت پر دفتر جاتے ہیں اور چند گھنٹے کام کرنے کے بعد واپس آجاتے ہیں۔ گو یہ صحیح ہے کہ افسران اپنے ماتحت احمدی کارکنوں کو یہ حکم دیتے ہیں کہ وہ تبلیغ نہ کریں۔ لیکن کیا یہ کوئی نیا حکم ہے؟ کیا صحابہؓ کو ان کے مالک اس قسم کے حکم نہیں دیتے تھے۔ لیکن وہ سمجھتے تھے کہ اصل مقصد ہماری زندگی کا اسلام پھیلانا ہے اِس لئے وہ ان باتوں کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے۔ جو سلوک صحابہ سے ہوتا تھا اُسے خیال کر کے انسان کا دل کانپ جاتا ہے۔ ایک صحابی کے متعلق آتا ہے کہ ان کا آقا انہیں زمین پر لٹا دیتا تھا اور خود موٹے موٹے تلووں والے جُوتے پہن کر اُن کی چھاتی پر کودتا تھا اور ان کو کہتا تھا کہ کہو اللہ تعالیٰ کے سِوا اَور معبود بھی ہیں اور توحید کا انکار کرو۔ کبھی ان کو گرم ریت پر لٹاتا اور ایسی ایسی تکلیفیں دیتا کہ وہ تمہارے وہم میں بھی نہیں آسکتیں۔ تمہارا افسر اگر اپنے دفتر کے آدمیوں سے ایک دن بھی ایسا سلوک کرے تو اُسی دن برطرف کر دیا جائے لیکن صحابہؓ ایسی تکلیفوں کو ہر روز برداشت کرتے تھے۔ اس صحابی کا سینہ زخمی ہو جاتا اور پھر ان کا مالک دس پندرہ منٹ کے بعد انہیں کہتا۔ کہو خدا کے سوا اَور معبود بھی ہیں۔ تو وہ توتلی زبان سے جواب دیتے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ کہ مار لو جتنا مارنا چاہتے ہو۔ مَیں تو یہی گواہی دوں گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس پر وہ انہیں پھر مارنے لگ جاتا اور پھر پندرہ بیس منٹ کے بعد کہتا۔ کہو خدا کے سوا اَور معبود بھی ہیں۔ لیکن وہ پھر یہی جواب دیتے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ۔[2] غرض وہ کونسی تکلیف ہے جو تم سمجھتے ہو کہ وہ صحابہؓ کو نہ دی جاتی تھی اور تمہیں دی جاتی ہے؟ اور وہ کونسی نرالی مصیبت ہے جو صحابہؓ پر نہ آئی اور تم پر ڈالی گئی ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ صحابہؓ

یہ سمجھ کر ایمان لائے تھے اور انہوں نے ان حالات کا مشاہدہ کر لیا تھا کہ خواہ ہمیں جان ہی کیوں نہ قربان کرنی پڑے ہم اسلام کو کسی صورت میں چھوڑنے کے لئے تیار نہیں اور اُس سے ایک قدم پیچھے ہٹنا ہمارے لئے ہلاکت کا موجب ہے۔ مثل مشہور ہے جب اُکھلی میں سر دیا تو پھر موسلوں سے کیا ڈر۔ جب انسان اُکھلی میں سر دے دے تو پھر ڈنڈوں کی کٹائی سے کیا ڈرنا ہے۔ نبیوں کی جماعتوں کی یہ شان نہیں کہ وہ ماروں سے ڈریں اور چوٹوں سے ڈریں۔ اُکھلی تو بنائی ہی اس لئے جاتی ہے کہ اس میں کسی چیز کو رکھ کر چوٹیں لگائی جائیں۔ اور انبیاء کی جماعتوں کے قیام کی غرض یہی ہے کہ وہ اپنی قربانیوں سے دنیا کی حالت کو بدل دیں۔ انبیاء کی جماعتوں سے قربانی کا مطالبہ کوئی ایسا مطالبہ نہیں جو اتفاقی ہو۔ بلکہ ہر نبی کی جماعت کو اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے کہ وہ اس کی راہ میں قربانی کرتے ہوئے دنیا کے قلوب کو فتح کرے اور کسی نبی کی جماعت اس کے سوا کامیاب نہیں ہو سکتی۔ پس ہماری جماعت کو چاہئے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے اور اپنی حالت کو بدلنے کی کوشش کرے۔

ہماری جماعت میں سے کسی ایک فرد کا بھی وقت ضائع نہیں ہونا چاہئے۔ ہر احمدی کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اُس کا وقت گپیں مارنے اور لغو باتیں کرنے سے ضائع نہ ہو۔ ہماری باتیں دین کے متعلق ہونی چاہئیں اور ہمارے اوقات دین کی تبلیغ اور تعلیم و تربیت کے لئے خرچ ہونے چاہئیں۔ اگر ہم آج سے یہ کوشش شروع کر دیں تو آہستہ آہستہ وہ وقت ہمارے قریب آجائے گا جبکہ خالص دینی باتیں اور خالص دینی مقاصد ہماری مجالس پر حاوی ہو جائیں گے۔ ہر احمدی کو سنجیدگی سے اپنے فرائض پر غور کرنا چاہئے۔ جو شخص سنجیدگی سے غور کرے گا اور احمدیت کے مقاصد کو پورا کرنے کی کوشش کرے گا اس کے دماغ میں ایک نور پیدا ہو گا اور اس کی فکر زیادہ روشن ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دماغ تو ایک جیسے ہی عطا کئے جاتے ہیں لیکن ان سے صحیح طور پر کام لینے کی وجہ سے کچھ لوگ مفکر اور مدبر ہو جاتے ہیں اور بہت باریک مسائل حل کر لیتے ہیں اور کچھ لوگ اپنے دماغوں سے صحیح طور پر کام نہ لینے کی وجہ سے بلید[3] اور کُند ذہن بن جاتے ہیں اور ان کے دماغوں میں اعلیٰ قسم کا نور پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن جو لوگ سوچنے کے عادی ہوتے ہیں وہ ہر کام کو خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے ہیں اور

اُس میں ایک اصلاح کا پہلو نظر آتا ہے۔ پس تمہیں اپنے تمام کاموں کے متعلق غور و فکر کرنا چاہئے۔ تمہاری نمازیں دوسروں سے ممتاز ہونی چاہئیں۔ تمہارے روزے دوسروں سے ممتاز ہونے چاہئیں۔ تمہارے حج اور زکوٰتیں دوسروں سے ممتاز ہونی چاہئیں۔ دوسرے لوگوں کی نمازیں محض فرض اور چٹّی کے طور پر ہیں اور دوسرے لوگوں کی زکوٰتیں محض دکھاوا اور نمود ہیں۔ لیکن تم میں تو اللہ تعالیٰ کا ایک مامور آیا اور تم نے اللہ تعالیٰ کی باتیں سنیں اور تم اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے والوں سے ہمکلام ہوئے اور تم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے والوں کو دیکھا۔ دوسری قومیں تو روایتاً اللہ تعالیٰ کے احسان اور محبت کے افسانے بیان کرتی ہیں لیکن تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کا ایک مامور آیا اور تم نے قریب زمانے میں اللہ تعالیٰ کے نشانات اور معجزات دیکھے اور دیکھ رہے ہو۔ اِتنے نشانات دیکھنے کے بعد بھی اگر ہم میں اور دوسرے لوگوں میں کوئی نمایاں فرق نہ ہو تو بہت افسوس کی بات ہے۔ پس ہر کام کو تدبر اور تفکر کے ساتھ کرو۔ تمہاری نماز اگر کسی وقت ہلکی بھی ہو تو اس میں یہ جذبہ کام کر رہا ہو کہ میرا خدا مجھے مل جائے۔ اگر اس جذبہ کے ماتحت تم نماز ادا کرو گے تو یقیناً تم اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتے جاؤ گے۔ لیکن اگر تم یہ سمجھ کر نماز ادا کرو گے کہ نماز خدا کا حکم ہے اس لئے مَیں اسے ادا کرتا ہوں تو تم اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب نہیں کر سکو گے۔ اسی طرح اگر تمہارے چندے اور تمہاری زکوٰتیں اس نیت سے ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا دین ترقی کرے تو یقیناً وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں گے اور اگر کوئی شخص اس نیت سے قربانی کرتا ہے کہ میری عزت کا باعث ہو تو وہ قربانی اس کے لئے بجائے رحمت بننے کے زحمت بنے گی اور اللہ تعالیٰ سے دُوری کا موجب ہو گی۔ ہماری عبادتوں اور دوسرے لوگوں کی عبادتوں میں ایک نمایاں فرق ہونا چاہئے۔ ہمارا چندہ دینا دوسرے لوگوں سے جُداگانہ ہو۔ ہم یہ سمجھتے ہوئے مالی قربانیاں کریں کہ اصل میں جتنا مال ہمارے پاس ہے سب اللہ تعالیٰ کا ہے اور ہم جو چندہ یا صدقہ یا جو زکوٰۃ دیتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا قرض اُتارتے ہیں۔ اور تھوڑا تھوڑا ادا کرتے جاتے ہیں تاکہ قرض اکٹھا نہ ہو جائے۔ دوسرے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم زکوٰۃ دے کر اللہ تعالیٰ پر احسان کرتے ہیں۔ ہمیں یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے سارا مال نہیں مانگا اور اس نے کچھ ہمارے پاس بھی رہنے دیا۔ اگر وہ سارا مانگتا

تو ہم سارا ہی قربان کر دیتے۔ پس دوسرے لوگوں کی قربانیوں میں اور ہماری قربانیوں میں فرق ہونا چاہئے۔

مَیں دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ انفرادی نیکیوں میں بہت پیچھے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جب ہم نے نماز پڑھ لی، چندہ دے دیا تو پھر ہمارے ذمہ کوئی فرض نہیں رہا۔ جس طرح اسلام جماعتی نیکیوں کی طرف توجہ دلاتا ہے اسی طرح انفرادی نیکیوں کو پورا کرنے کی بھی تلقین کرتا ہے۔ جہاں پرانے زمانے کے لوگ اس غلطی پر تھے کہ جب ہم نے اپنے ہمسایہ کی خبر گیری کر دی اور کسی غریب کو روٹی اور کپڑا دے دیا تو ہمارا فرض پورا ہو گیا۔ وہاں ہماری جماعت کے بعض افراد اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ جب ہم مرکز میں چندہ بھیجتے ہیں، باجماعت نمازیں ادا کرتے ہیں تو اس کے بعد ہمارے ذمہ اَور کونسی ذمہ داری باقی رہتی ہے۔ حالانکہ قرآن کریم نے ان دونوں قسم کی نیکیوں کو ضروری قرار دیا ہے۔ اگر ایک شخص اپنے مال کا تیسرا حصہ بھی خدا کی راہ میں دے دیتا ہے لیکن اپنے ہمسائے سے بدسلوکی سے پیش آتا ہے۔ بیواؤں، یتیموں اور مسکینوں کی خبر گیری نہیں کرتا اور گرے ہوئے لوگوں کو اٹھانے کی کوشش نہیں کرتا۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بری الذّمہ نہیں ہو سکتا۔ اور باوجود اس کے کہ اس نے اپنے مال کا تیسرا حصہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دیا پھر بھی وہ مجرموں کی صف میں کھڑا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ مَیں نے یہ حکم بھی دیا اور وہ حکم بھی دیا تھا۔ ایک حکم کو تم نے پورا کیا اور دوسرے کو پسِ پشت ڈال دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے اندر کوئی نفسانیت تھی جس کی وجہ سے تم نے دوسرے حکم کو فراموش کر دیا۔ اور مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری نہ کی۔ اور اُن کے کام نہ آئے۔ اِسی طرح جو شخص یتیموں، غریبوں اور بیواؤں کی خبر گیری کرتا ہے اور اپنے ہمسایہ سے اچھا سلوک کرتا ہے، خلقِ خدا کی بہبودی کے لئے کوشش کرتا ہے لیکن قومی اور جماعتی کاموں کے بجالانے میں دریغ کرتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے سرخرو نہیں ہو سکتا۔ پس نفس کی اصلاح کے لئے اجتماعی اور فردی دونوں قسم کی قربانیاں ضروری ہیں۔ ہر وہ شخص جو باجماعت نماز تو ادا کرتا ہے لیکن نوافل کی طرف سے غافل ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اور وہ شخص جو کہ جماعتی عبادات بجا نہیں لاتا وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب نہیں کر سکتا۔

پس انفرادی بھی اور جماعتی بھی دونوں قسم کی عبادتیں ضروری ہیں۔ جہاں تک فرضی عبادتوں کا سوال ہے اور ان کے چھوڑنے سے انسان مسلمان نہیں رہ سکتا۔ اور جہاں تک نفس کی پاکیزگی کا سوال ہے۔ نفلی عبادتیں بھی اسی طرح ضروری ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نوافل سے انسان کو اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل ہوتا ہے اور نفلی عبادتوں کے بجالانے سے آہستہ آہستہ انسان پر ایک ایسازمانہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے ہاتھ بن جاتا ہے جن سے وہ کام کرتا ہے۔ اور پاؤں بن جاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے اور کان بن جاتا ہے جن سے وہ سنتا ہے۔4 غرض انسان کے تمام جسم پر اللہ تعالیٰ حاوی ہو جاتا ہے اور بندے کے تمام کام اللہ تعالیٰ کے اشارے پر صادر ہوتے ہیں۔ جماعتی عبادتوں میں ریاء اور نمود کا پہلو ہو سکتا ہے۔ لیکن انفرادی عبادتوں میں ریاء اور سُمْعَت 5 کا پہلو کم ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں قسم کی عبادتیں مقرر فرمائیں۔ جب تک کوئی انسان دونوں قسم کی عبادتیں بجا نہیں لاتا اُس وقت تک وہ مکمل انسان نہیں کہلا سکتا۔ پس دونوں قسم کی عبادتیں ضروری ہیں۔ حقیقی مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ایمان کو مکمل کرنے کی کوشش کرے۔

مجھے دہلی کی جماعت سے ملنے کا کم موقع ملتا ہے۔ لاہور کی جماعت کے لوگ بار بار قادیان آتے رہتے ہیں اور مجھے بھی بار بار لاہور جانا پڑتا ہے اِس لئے ان سے ملنے کے مواقع پیدا ہوتے رہتے ہیں اور وہ میری باتیں اکثر سنتے رہتے ہیں۔ لیکن مجھے دہلی آنے کا کم موقع ملتا ہے اور دہلی کے لوگ بھی بار بار قادیان نہیں جاتے۔ اس لئے مَیں آج کے خطبہ میں دہلی کی جماعت کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

دہلی ہندوستان کا صدر مقام ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ صدر کا کام سب سے زیادہ ہوتا ہے اور سب سے زیادہ ذمہ داری صدر پر پڑتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بادشاہوں کو تبلیغی خطوط لکھے تو ان میں ایک فقرہ یہ بھی تھا۔ اگر تم ایمان لاؤ گے تو تمہیں دُگنا ثواب ملے گا کیونکہ تمہارے ایمان لانے سے تمہاری رعایا بھی ایمان لائے گی۔ اِسی طرح انکار کرو گے تو تم کو عذاب بھی دُگنا ملے گا۔6 اس لحاظ سے دہلی کی جماعت کی ذمہ داریاں بہت بڑھ جاتی ہیں کیونکہ دہلی ہندوستان کا صدر مقام ہے۔ یہاں مدراسی، بنگالی، بہاری، سی۔پی کے

رہنے والے، بمبئی اور پنجاب کے رہنے والے اور دوسرے صوبوں کے رہنے والے آتے ہیں اور یہاں سے کچھ تأثرات لے کر جاتے ہیں۔ اگر ہماری جماعت کا اثر اور نفوذ مضبوط ہو تو یہ یقینی بات ہے کہ ضرور وہ احمدیت کا اثر بھی لے کر جائیں گے۔ لیکن اگر انہیں صدر مقام میں احمدیت کا اعلیٰ نمونہ نظر نہ آئے اور ان کے کانوں تک احمدیت کی آواز نہ پہنچے تو وہ یہ سمجھیں گے کہ مرکزی طور پر اس جماعت کو کوئی طاقت حاصل نہیں۔ اتفاقی طور پر چند افراد ہمارے علاقوں میں احمدی ہو گئے ہیں۔ اگر ان حالات میں دہلی کی جماعت اپنی تبلیغ کو مضبوط نہ کرے تو احمدیت کا رُعب قائم نہیں ہو سکتا۔ پس ضرورت ہے اس بات کی کہ دہلی کی جماعت دیوانہ وار تبلیغ میں لگ جائے اور اپنے نفسوں میں ایک عظیم الشان تغیر پیدا کرے تا کہ باہر سے آنے والے لوگ جب دہلی آئیں تو وہ یہ محسوس کریں کہ دہلی میں چاروں طرف احمدیت کا چرچا ہے۔ اگر دہلی میں ہماری جماعت کی تبلیغ مضبوط ہو جاوے تو خواہ ہمارا مبلغ مدراس، بمبئی، مالا بار وغیرہ میں نہ پہنچ سکے تو بھی احمدیت کی آواز ان لوگوں کے کانوں تک پہنچتی رہے گی کیونکہ جو لوگ دہلی آئیں گے وہ یہاں سے گہرے طور پر احمدیت کا اثر لے کر جائیں گے۔ پس جو کام مالا بار کے لوگ نہیں کر سکتے تھے وہ دہلی کے لوگ کر سکتے ہیں اور جو کام مدراس کے لوگ نہیں کر سکتے تھے وہ دہلی کے لوگ کر سکتے ہیں۔ دہلی میں ہندوستان کے چاروں کونوں سے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ پس ان علاقوں تک تبلیغ پہنچانے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ دہلی کی جماعت کو مضبوط کیا جائے اور اس کی تبلیغی کوششوں کو فروغ دیا جائے۔ اور یہ کام تبھی ہو سکتا ہے جبکہ جماعت دہلی جانی قربانی اور مالی قربانی کے لئے ہر طرح تیار ہو۔

مَیں دیکھتا ہوں کہ لوگ جانی قربانیوں کا نام سن کر گھبراتے ہیں حالانکہ موت قبول کئے بغیر کوئی قوم کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اور مجھے یہ تو بتاؤ کہ کون ہے جو موت سے بچ سکتا ہے؟ اگر موت کا وقت مقرر ہوتا تو بھی ہم کہہ سکتے تھے کہ فلاں شخص ابھی اتنے سال اَور زندہ رہ سکتا ہے۔ فرض کرو اگر ہر ایک آدمی کے لئے سو سال کی عمر مقرر ہوتی تو ایک ساٹھ سال کی عمر میں جانی قربانی کرنے والے کے لئے ہم کہہ سکتے تھے کہ وہ شخص چالیس سال پہلے اس جہان سے چلا گیا۔ لیکن حالت تو یہ ہے کہ انسان ایک پل کے لئے بھی اپنی زندگی پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔

اِس دنیا میں بعض ایسے بچے پیدا ہوتے ہیں جو پیدا ہونے سے پہلے ہی مُردہ ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں جو پیدا ہونے کے بعد چند گھنٹے زندہ رہتے ہیں اور پھر مر جاتے ہیں۔ اور بعض بچپن میں اور بعض جوانی میں اور بعض بڑھاپے میں مرتے ہیں۔ پس کسی کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں۔ اور انسانی زندگی پر کوئی بھروسہ نہیں کر سکتا۔ یہ موت کا سلسلہ ابتدا سے چلا آرہا ہے اور چلتا چلا جائے گا۔ ہر روز سینکڑوں ہزاروں لوگ مرتے ہیں۔ پس کسی کی عمر کی کوئی گارنٹی نہیں اور کوئی انسان نہیں کہہ سکتا کہ وہ کل تک زندہ رہے گا یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان میں یہ ایک طبعی جذبہ رکھا ہے کہ مَیں کوئی ایسی بنیاد رکھوں جس سے میرا نام قیامت تک زندہ رہے۔ اور عام طور پر دنیا کے لوگ اسی لئے اولاد کی خواہش رکھتے ہیں کہ اولاد سے انسان کا نام باقی رہتا ہے۔ لیکن کتنے لوگ ہیں جن کے نام ان کی اولادوں کی وجہ سے اب تک زندہ ہیں؟ مجھے یہ شوق ہے کہ مَیں بعض دفعہ ملنے والوں سے پوچھ لیتا ہوں کہ آپ کے پڑدادا کا کیا نام تھا؟ اور اکثر لوگ جواب دیتے ہیں کہ مجھے اپنے پڑدادا کا نام معلوم نہیں حالانکہ اس کے پڑدادا نے کتنی نذریں مانی ہوں گی؟ کتنی دعائیں کی ہوں گی کہ وہ صاحبِ اولاد ہو جائے تا اُس کا نام رہے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اس کے پڑپوتے کو یہ بھی معلوم نہیں کہ میرے پڑدادا کا کیا نام تھا۔ پس اولاد کوئی ایسی چیز نہیں جس سے انسان کا نام دیر تک زندہ رہ سکے۔ مجھے اس سے انکار نہیں کہ انسان میں یہ ایک طبعی جذبہ ہے کہ وہ چاہتا ہے اس کے بعد اس کی یاگار قائم رہے۔ لیکن اس کے لئے جو طریق لوگ اختیار کرتے ہیں وہ درست نہیں۔ فرض کرو ایک شخص کسی جگہ بیٹھا ہؤا تھا جب وہ وہاں سے جانے لگا تو اس نے اپنی یادگار چھوڑنے کے لئے کاغذ کا ایک پُرزہ وہاں پھینک دیا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ اس سے اس کی یادگار قائم ہو جائے گی؟ نہیں۔ جب بھی تیز ہوا چلے گی تو وہ اس کاغذ کے پرزہ کو اڑا کر لے جائے گی۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے جو اولاد کے ذریعہ یا مال و دولت کے ذریعہ اپنی یادگار چھوڑنا چاہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ یادگار جو کبھی مٹ نہیں سکتی وہ قربانی سے قائم ہوتی ہے۔ حیات مٹ جاتی ہے لیکن موت کے ذریعہ قائم ہونے والا نشان کبھی مٹ نہیں سکتا۔ ہماری جماعت میں کتنے مخلص لوگ ہیں۔ لیکن جتنا صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید کا نام جماعت میں مشہور ہے کسی اَور کا نہیں حالانکہ بہت سے

لوگ جو ان سے پہلے ایمان لا چکے تھے اِس قدر مشہور نہیں۔ صاحبزادہ صاحب کے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی موت کے ذریعہ ایک ایسی یادگار قائم کر دی جو قیامت تک مٹ نہیں سکتی اور باقی لوگوں کو اس قسم کی قربانی کا موقع نہ ملا۔ اللہ تعالیٰ رسول کریم ﷺ کو فرماتا ہے قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ 7 تُو ان لوگوں سے کہہ دے کہ میری نماز اور میری عبادتیں اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اس بات کو دیکھتے ہوئے کہ شہادت ایک بہت اعلیٰ مقام ہے اور اس بات کو بھی دیکھتے ہوئے کہ حضرت حمزہؓ اور دوسرے صحابہؓ جنہوں نے لڑائیوں میں اپنی جانوں کو بار بار شہادت کے لئے پیش کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کئے گئے اُن کو رسول کریم ﷺ پر ترجیح نہ دی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تُو ان سے کہہ دے کہ بے شک شہادت ایک بہت بڑی قربانی ہے اور شہادت مجھے بھی پسند ہے اور مَیں شہادت سے اپنے آپ کو بچانا نہیں چاہتا لیکن اللہ تعالیٰ یہ پسند نہیں کرتا کہ مَیں میدانِ جنگ میں شہید کیا جاؤں۔ اس لئے تم میری عام موت کو دیکھ کر یہ خیال نہ کرنا کہ مَیں شہادت سے بچنا چاہتا تھا بلکہ میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ میری زندگی اور میری موت خدا کے رستے میں شہادت کا مقام رکھتی ہیں۔ پس جس شخص کا جینا اور مرنا اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اس سے زیادہ کامیاب اور کون ہو سکتا ہے۔

حضرت خالدؓ بن ولید جب مرضُ الموت میں تھے تو ان کے ایک دوست ملنے کے لئے آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت خالدؓ بہت گھبراہٹ میں ہیں۔ انہوں نے حضرت خالدؓ کو تسلی دی اور کہا کہ مرنا سب نے ہے آپ بہت خوش قسمت ہیں کہ اسلام کی خدمت کا آپ کو بہت موقع ملا ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر انعام حاصل کریں گے، گھبرانے کی کونسی بات ہے؟ حضرت خالدؓ بن ولید نے فرمایا کہ مَیں اس بات سے نہیں گھبراتا کہ مَیں مر رہا ہوں۔ موت سے کون بچ سکتا ہے بلکہ مجھے اس بات سے بے چینی ہے کہ مَیں نے ہزاروں دفعہ اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالا اور مَیں ایسی جگہوں میں داخل ہوا جہاں سے زندہ نکلنا محال تھا، اور مَیں نے یہ اس لئے کیا تا مجھے شہادت نصیب ہو۔ لیکن مَیں آج بستر پر مر رہا ہوں۔8 مجھے اس بات سے پریشانی نہیں کہ اس وقت کیوں مر رہا ہوں بلکہ مجھے اس بات سے پریشانی ہے کہ مَیں

پہلے کیوں نہ مارا گیا۔ یہ لوگ خوش قسمت تھے جو اپنی جانوں اور مالوں کو قربان کر کے ہمیشہ کے لئے اپنا نام زندہ کر گئے۔ پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان کو یا اپنے مال کو بچاتا ہے اسے ہم عقلمند نہیں کہہ سکتے کیونکہ اسے یادگار قائم کرنے کا موقع دیا گیا لیکن اس نے اپنی کم عقلی کی وجہ سے اس موقع کو ضائع کر دیا۔

دہلی میں مختلف علاقوں سے آنے والے لوگ قلعہ اور دوسری عمارتوں پر چاقو سے اپنے نام کندہ کر جاتے ہیں۔ یہ کتنا ذلیل فعل ہے لیکن اس سے ان کی اس خواہش کا پتہ لگتا ہے کہ وہ اپنی یادگار چھوڑنے کے سخت حریص ہیں۔ وہ عمارتیں جو لاکھوں اور اربوں روپیہ خرچ کر کے بنائی گئی تھیں وہ صرف یادگاریں ہی نہیں بلکہ وہ اپنے بنانے والے بزرگوں کے اس جذبہ کا جس کے ماتحت انہوں نے وہ عمارتیں بنائیں اظہار کر رہی ہیں۔ قطب مینار صرف اس بات کی علامت نہیں کہ اسے ایک مسلمان بادشاہ نے بنوایا بلکہ وہ اس بات کی بھی علامت ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ ہندوستان شرک کا گڑھ تھا اور ہندوستان میں ضلالت اور گمراہی زوروں پر تھی یعنی آج سے ایک ہزار سال قبل کچھ لوگوں نے اپنے وطنوں، اپنے رشتہ داروں اور اپنے شہر کو چھوڑا اور دوسرے ملک میں خدائے واحد کا نام بلند کرنے کے لئے آئے اور ان کے ذریعے اسلام کی بنیاد پڑی۔ اگر وہ مینار مٹی اور گوبر کا بھی ہوتا تو اس کی قیمت موتیوں اور ہیروں سے بہت زیادہ تھی۔ لیکن جو لوگ ان کو دیکھنے کے لئے آتے ہیں وہ چاقو سے اپنا نام کندہ کر کے اِس یادگار کو خراب کر دیتے ہیں۔ ان کے اس فعل سے یہ پتہ لگتا ہے کہ وہ دنیا میں اپنا نشان چھوڑنے کی اس قدر خواہش رکھتے ہیں کہ اس خواہش کے پورا کرنے کے لئے وہ بڑے سے بڑا جُرم کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ کتنے تھوڑے وقت کے لئے یہ لوگ ان یادگاروں کو دیکھنے کے لئے گئے اور اِتنی قیمتی چیز کو خراب کرنے سے گریز نہ کیا کہ کسی طرح ان کا نام باقی رہ جائے۔ پس انسان کی فطرت بول رہی ہے کہ وہ اپنی یادگار چھوڑنا چاہتا ہے لیکن ساتھ ہی وہ یہ چاہتا ہے کہ بغیر کسی قربانی کے اور بغیر کسی خدمت کے میرا نشان باقی رہے۔ اور وہ چیز جس کے ذریعہ انسان کا نشان قائم رہ سکتا ہے اُسے غفلت سے اور سُستی سے چھوڑ دیتا ہے۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہماری جماعت کے لوگ اپنے دائیں بائیں نہیں دیکھتے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو صداقت کے قبول کرنے کی توفیق دی اور ہدایت کے قبول کرنے اور اس پر فخر کرنے کا آپ کو موقع ملا۔ کیا آپ کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ اِس وقت لوگ اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ کے رستے میں قربان کرنے سے دریغ کر رہے ہیں۔ اس لئے ہمارے لئے عزت حاصل کرنے کا خاص موقع ہے اور آپ لوگ یہ سوچ کر اِس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے آگے آئیں اور اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کریں؟ لوگ روپیہ جمع کر رہے ہیں۔ آپ لوگ آگے بڑھیں اور اپنے مالوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں؟

اے عزیزو! یہ خاص موقع ہے۔ ایسا موقع صدیوں میں کہیں میسر آتا ہے۔ پس آپ اِس موقع کو ضائع مت کرو۔ اپنے اندر نیا ایمان اور نیا جوش پیدا کرو۔ جس وقت دوسرے لوگ کام نہ کر رہے ہوں ایسے وقت میں کسی شخص کا چھوٹا سا کام بھی بہت بڑی قیمت پا جاتا ہے۔ باقی دنیا دین سے غافل ہے اور دین سے بیزاری کا اظہار کر رہی ہے۔ یہ ثواب کے مواقع اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے پیدا کئے ہیں۔ تم کو کیا معلوم ہے کہ کل ہی ایمان کی رَو چل جائے اور تم سے زیادہ قربانیاں کرنے والے آ جائیں۔ پس اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو اور جانی اور مالی قربانیوں کے کرنے میں بخل سے کام نہ لو۔ تا کہ تمہارا نام اللہ تعالیٰ کے جانباز سپاہیوں میں لکھا جائے اور بھگوڑوں اور پیچھے رہنے والوں میں تمہارا نام نہ لکھا جائے۔" (الفضل 9 ر اکتوبر 1946ء)

1: الماعون: 5

2: سیرت ابن ہشام جلد 1 صفحہ 339، 340 مطبوعہ مصر 1936ء

3: بلید: کُند ذہن

4: بخاری کتاب الرِّقاق باب التَّوَاضُع

5: سَمْعَت: فَعَلَہٗ رِیَاءً وَّ سَمْعَۃً: اس نے یہ کام لوگوں کو دکھانے سنانے کے لئے کیا۔

6: بخاری کتاب بدء الوحی باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ

7: الانعام: 63

8: اسد الغابۃ جلد 2 صفحہ 95۔ مطبوعہ ریاض 1285ھ